بسم اللہ الرحمن الرحیم

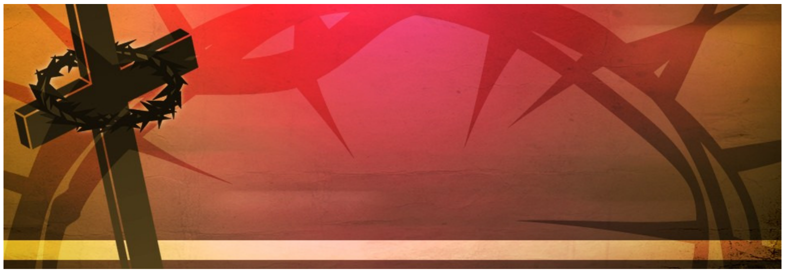

وفاتِ مسیح بر صلیب از روئے تحریراتِ مرزا

علامہ خورشید عالم

Crucifixion of Jesus Christ According to Mirza Ghulam Ahmed

Allama Khurshid Alam

1st Time Published in March 20th 1961
Jan 25th 2007
www.noor-ul-huda.org

تشبہیات کے سبب نام کی تبدیلی کا جواز:

احمدی مولوی فاضل ابو ظفر عبدالرحمان مبشر لکھتے ہیں "یہ عام بات ہے کہ بوجہ مشابہت و مماثلت تامہ ایک شخص کو دوسرے شخص کا نام دیا جا سکتا ہے۔ عرب لوگ آنحضرت کو ابن ابی کثیر کہا کرتے تھے" (بشارت رحمانیہ جلد دوم صفحہ ۴۲)۔

پس تشبہیات کے تحت ہی مرزا صاحب نے کھوپڑی کی جگہ کو سری نگر کا نام دیا۔ اور یوسف آرمتیا کو یوس آسف کا نام دیا اور آسمان کو کشمیر کا نام دیا۔ مگر افسوس کہ قادیانی دوست آج تک ان استعاروں کو سمجھنے میں قاصر رہے ہیں اور وہ استعاروں کو ظاہر پر محمول کر کے حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

مرزا صاحب سیدنا مسیح کی صلیبی موت کے قائل تھے:

اب مرزا صاحب کی تحریرات سے ایسے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے صاف عیاں ہے کہ آپ سیدنا مسیح کی صلیبی موت کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں "لخت جگر رسول اللہ صلیہ اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیا کے محاصرہ میں آ کر قتل کئے گئے۔" (ازالہ اوہام بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹ ۔۔۔) یہاں مرزا صاحب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے بالکل صاف الفاظ میں حضرت امام حسین کی طرح سیدنا مسیح کا صلیب پر قتل ہونا مان لیا ہے۔ یہاں یہ الفاظ "کی طرح" سیدنا مسیح کو اور حضرت امام حسین کو قتل کے سلسلہ میں ایک ہی زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲ : پھر آپ لکھتے ہیں "یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو مار کر پھر دوسروں کے قتل کی طرف متوجہ ہوئے"(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۰)۔اس بیان میں بھی مرزا صاحب نے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ یہودیوں نے سیدنا مسیح کو صلیب پر مار دیا تھا۔ یہاں الفاظ صاف اور عام فہم ہونے کے سبب کسی تشریح کے محتاج نہیں۔

دلیل نمبر ۳ : پھر آپ لکھتے ہیں: پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اُس سے لہو اور پانی نکلا"(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۵)۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب یہ تسلیم کرتے تھے کہ فی الواقع مسیح کی پسلی میں سے بھالا مارنے سے خون اور پانی بہہ نکلا۔اب حل طلب امر یہ ہے کہ آیا خون اور پانی کا بہہ نکلنا مسیح کی موت پر دلالت کرتا ہے یا زندگی پر۔ سو اس امر میں ہم علم طب کی رُو سے ثبوت بہم پہنچاتے ہیں کہ خون اور پانی بہہ نکلنا سیدنا مسیح کی وفات کا ثبوت تھا۔چونکہ سیدنا مسیح کے بدن سے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا بمعہ پانی نکلا تھا سو ہم اس بات پر غور کریں گے کہ خون کی یہ کیفیت کس مرحلہ پر ہوتی ہے۔اور آیا جما ہوا خون اور پانی زندہ انسان سے نکلتا ہے یا مردہ انسان سے۔سو اس کے متعلق ڈاکٹر ہمفری صاحب کے رسالہ تیمارداری "مترجمہ ڈاکٹر گھوش رائے بہادر" کے صفحہ ۳۴ پر انجماد خون کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل کی تشریح درج ہے" جسم سے خون نکلنے پر خون سیال ہوتا ہے۔لیکن اگر اُس کو ہلاتے جلاتے نہ رہیں تو وہ بہت جلد جم جاتا ہے۔ ہلانے جلانے سے اس میں سے ایک ریشہ دار شے جس کو فائیبر کہتے ہیں نکلتی ہے۔اور اس کے بدوں وہ جم نہیں سکتا۔ اگر خون کسی برتن میں کچھ عرصہ تک رکھ چھوڑتے ہیں تو وہ جم کر بعد میں سکڑنے لگتا ہے۔اور اُس وقت اس میں سے ایک پتلا زرد رنگ پانی یا سیال نکلنے لگتا ہے جس کو سیرم کہتے ہیں۔ جمے ہوئے لوتھڑے میں فائیبرن اور گول دانے ہوتے ہیں۔جب قلب تندرست شرائن میں خون گردش کرتا رہتا ہے تو وہ سیال رہتا ہے۔ لیکن بعض حالات اور چند امراض میں وہ شرائن ہی منجمد ہو کر خطرناک علامات کا موجود ہو جاتا ہے"۔

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ زندہ انسان کے بدن سے خون نکلنے پر سیال ہوتا ہے اور اُس کے ساتھ پانی کی آمیزش نہیں ہوتی۔ پانی جس کو طبّی اصطلاح میں سیرم کہا جاتا ہے ہمیشہ مردہ خون سے نکلتا ہے۔بیان ہذا سے یہ ثابت ہو گیا کہ بعض حالات میں خون بدن کے اندر بھی منجمد ہو سکتا ہے نیز یہ بھی کہ سیرم ہمیشہ منجمد خون میں سے پیدا ہوتا ہے۔ جن بعض حالات کی طرف مصنف مذکور نے اشارہ کیا ہے۔اُنہیں حالات کے تحت سیدنا مسیح کا خون دل کے اندر ہی منجمد ہو گیا اور چونکہ منجمد خون (جو کہ ہمیشہ مردہ ہوتا ہے) میں سے بالفعل سیرم الگ ہونے لگتا ہے۔ لہذا سیدنا مسیح کے مردہ بدن میں دل کے اندر مردہ خون سکڑ کر الگ ہو گیا اور سیرم اُس میں سے جدا ہو گیا۔ سو جس وقت سپاہی نے سیدنا مسیح کی پسلی میں نیزہ مارا۔اور اُس بھالے کی نوک پسلی کو چیرتی ہوئی دل میں جا کر پیوست ہوئی اور پسلی اور دل میں ایک بہت بڑا گھاؤ ہو گیا تو فوراً دل کے اندر سے منجمد مردہ خون لوتھڑے کی صورت میں اور پانی یعنی سیرم بہہ نکلا۔ سو یہ سیدنا مسیح کے مردہ ہونے کی زبردست طبّی شہادت ہو گئی۔اگر بالفرض سیدنا مسیح اُس وقت زندہ ہوتے تو اُس صورت میں بھالا لگنے سے محض سیال خون بلا پانی فوارہ کی طرح پھوٹ نکلنا چاہیے تھا نہ کہ جما ہوا خون اور پانی یعنی سیرم نکلنا تھا۔ اگر کسی زندہ انسان کے دل میں نیزہ گھونپا جائے تو اول تو یقیناً اُس سے اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ دوم اُس میں سے خون اور پانی نہیں نکلے گا بلکہ محض سیال خون ملا پانی فوراہ کی طرح پھوٹ نکلے گا۔ گو سیدنا مسیح اُس وقت فوت ہو چکے تھے، مگر پھر بھی بے رحم سپاہی نے بطور آخری حربہ (تاکہ زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہ سکے)۔ سیدنا مسیح کی پسلی اور دل میں نیزہ گھونپا، مگر چونکہ آنخداوند تو پیشتر ہی فوت ہو چکے تھے اور آپکا خون دل کے اندر مردہ ہونے کے باعث منجمد ہو چکا تو سیرم اُس میں سے الگ ہو چکا تھا۔ سو نیزہ لگنے کے باعث پیدا شدہ گھاؤ میں سے جما ہوا خون اور سیرم بہہ نکلا۔ پس سیدنا مسیح کے مردہ بدن سے منجمد خون اور سیرم کا نکلنا سیدنا مسیح کی موت اور واقع ہونے کا اٹل ثبوت ہے۔ سو جبکہ مرزا صاحب سیدنا مسیح کی لاش میں سے خون اور پانی کا بہنا مان چکے تو ساتھ ہی آپ سیدنا مسیح کی صلیبی موت کے بھی گواہ بن گئے۔

دلیل نمبر ۴: پھر آپ لکھتے ہیں "چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی آئی کہ جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۱)۔

واضح ہو کہ مشرقی ممالک میں بالخصوص پاک و ہند میں ایسی آندھی کا آنا جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا جائے۔ کسی بے گناہ کے قتل کئے جانے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ پنجاب میں تو یہ خیا مضبوطی پکڑے ہوئے ہے۔ جب کبھی اس قسم کی آندھی آئے جس سے زمین پر اندھیرا چھا جائے تو عوام میں سمجھا جاتا ہے کہ ضرور آج کہیں نہ کہیں کسی کا قتل ہوا ہے۔ کیونکہ ایسی آندھی کا آنا ظلمت اور اندھیر گردی کے وقوعہ کی خاطر قرار دیا جاتا ہے۔ اب چونکہ مرزا صاحب خود پنجابی تھے۔ اور آپ پنجابی نظریات کا بھی احترام کرتے تھے تو لہذا آپ عوام کے خیال کی تائید فرماتے ہوئے آندھی کا لفظ استعمال میں لائے تاکہ آندھی کو بطور سیدنا مسیح کی بے قصور موت کی علامت کے پیش کیا جائے۔ ورنہ ایسی صورت میں جبکہ مرزا کے بیان کردہ انجیلی حوالہ یعنی مرقس ۱۵ باب میں آندھی کا لفظ ہی موجود نہیں تو بھلا مرزا صاحب کو ناحق جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت پڑی تی؟

یہ تو محض سیدنا مسیح کے قتل کے ثبوت میں آپ نے ملکی نظریہ تحت آندھی کی شہادت پیش کی۔

دلیل نمبر ۵: پھر آپ لکھتے ہیں "اگر مسیح نے خواب میں یا کشف کے ذریعہ سے کسی پر ظاہر کیا تھا تو پھر ایسی پیشینگوئی گویا ایک ہنسی کی بات ہے ۔اس طرح تو ایک مدت اس سے پہلے حضرت مسیح پولوس پر بھی ظاہر ہو چکے تھے" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۴)۔

یہاں مرزا صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ پولوس رسول پر سیدنا مسیح کشفی رنگ میں ظاہر ہوئے تھے۔ پولوس رسول پر سیدنا مسیح کا ظہور کشفی رنگ میں مانا جائے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ جسمانی طور پر سیدنا مسیح اُس وقت زمین پر موجود نہیں تھے۔ بلکہ آسمان پر صعود فرما چکے تھے۔ کیونہ اگر سیدنا مسیح اُس وقت جسمانی حالت میں زمین پر موجود ہوتے تو مرزا صاحب یہ نہ کہتے کہ وہ پولوس رسول پر کشفی رنگ میں ظاہر ہوا۔ بلکہ آپ یہ کہتے کہ پولوس رسول پر سیدنا مسیح جسمانی صورت میں ظاہر ہوئے تھے۔ سو یہ ایک پختہ ثبوت ہے کہ اس امر کا کہ مرزا صاحب یہ تسلیم کرتے تھے کہ سیدنا مسیح اُس وقت آسمان پر صعود فرما چکے تھے۔ سو اس طرح مرزا صاحب نے سیدنا مسیح کا صلیب پر وفات پانا بھی مان لیا اور آسمان پر صعود پانا بھی تسلیم کر لیا۔

دلیل نمبر ۶: پھر آپ لکھتے ہیں "نیز نبوت کے زمانے سے پہلے حضرت مسیح کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کی گئی تھی تا اُس کی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا" (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۰)۔

یہاں مرزا صاحب نے مسیح کا زمانہ نبوت ساڑے تین برس تسلیم کیا ہے۔ جب یہ مان لیا گیا کہ مسیح کا زمانہ نبوت ساڑھے تین برس ہے تو مابعد مسیح کی زمینی زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اُس کے بعد آپ کا آسمان پر صعود فرمانا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ سیدنا مسیح کی عمر ۱۲۰ برس یا ۱۲۵ برس تصور کرتے ہیں۔ اُن کے خیال کی مندرجہ بالا بیان سے تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ زمانہ نبوت تو ساڑھے تین برس ہے تو یہ اجر آپ کی عمر تیس برس ہو چکنے کے بعد ہوتا ہے) تو کیا اُن ساڑھے تین برس کے زمانہ میں،،،،،، وہ ایک اُمتی کی حیثیت سے زمین پر رہے؟ پس مرزا صاحب نے یہ کہ نبوت صرف ساڑھے تین برس تھا تو یہ اقرار ہے اُس باکا کہ اُسکے بعد مسیح کی زمین سے آسمان پر صعود فرما چکے تھے۔ اور یہ سراسر سیدنا مسیح کے صلیب پر وفات پانے پانے اور تیسرے روز مردوں میں سے زندہ ہونے اور آسمان پر صعود فرمانے کا صریحاً اقرار ہے۔

دلیل نمبر ۷: جیسا کہ اس سے پیشتر دلیل نمبر ۳ میں بھالا لگنے سے مسیح کی پسلی سے منجمد خون اور پانی کا بہنا مذکور ہو چکا ہے، اور مرزا صاحب اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۵" پر اسے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور یہ واقعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میخیں ٹھونکے جانے کے باعث مسیح کے ہاتھوں اور پیر

میخوں سے پیدا شدہ زخموں سے خون بہنا اُس وقت قطعاً بند ہو چکا تھا کیونکہ اگر اُس وقت مسیح کے ہاتھوں اور پیروں میں سے بھی خون جاری ہوتا نیز کانٹوں کا تاج سر پر رکھے جانے کے سبب سے سر سے بھی اُس وقت خون کی روانی بدستور قائم ہوتی تو ایسی صورت میں پسلی میں سے خون اور پانی کا ذکر کرنا کونسی خاص بات ہے۔ مگر چونکہ پسلی میں سے خون اور پانی کا بہنا بالتخصیص ذکر کیا گیا ہے۔ تو یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اُس وقت سیدنا مسیح کے بدن کے باقی زخموں سے خون بہنا کلیتہً موقوف ہو چکا تھا۔ اور سبب اس کا سیدنا مسیح کے مرِدہ بن میں انجماد خون تھا۔ یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مرزا صاحب اپنی کسی تحریر میں اس بات کا ذکر نہیں لائے کہ سیدنا مسیح کی لاش صلیب پر سے اُتارے جانے کے وقت بھی اُن کے ہاتھوں اور پیروں کے زخموں سے خون رواں تھا۔ پس یہ ثابت ہوا کہ اُس وقت سیدنا مسیح کے ہاتھوں اور پیروں کے زخموں سے خون بہنا بند ہو چکا تھا۔ جو کہ سیدنا مسیح کے مردہ بدن میں انجمادِ خون کا نتیجہ تھا۔ پس سیدنا مسیح کے مرِدہ بدن میں اُس وقت خون جم چکا تھا اور اس کے مرزا صاحب بھی قائل ہیں کہ مرُدہ کا خون جم جاتا ہے۔ ملاخطہ ہو (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۵)۔

پس صلیب سے اُتارے جانے کے وقت سیدنا مسیح کے ہاتھوں اور پیروں کے زخموں سے خون کی روانی کا ذکر نہ کرنے کے سبب مرزا صاحب سیدنا مسیح کے مرِدہ بن میں انجمادِ خون کے گواہ ٹھہرے۔ بنابریں آپ مسیح کی صلیبی موت کے بھی معتقد ثابت ہوئے۔

دلیل نمبر ۸: پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں: پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت کی ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہوگئے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ کے ساتھ معاملہ میں ہوا صلیب کے واقعہ کے وقت "(الوہیت صفحہ ۷)۔

بیان مندرجہ بالا میں موضوع زیر بحث بے وقت موت ہے۔ جس کی تین افراد میں مشابہت دکھائی گئی ہے۔ اول حضرت محمد۔ دوئم حضرت موسیٰ، سوم سیدنا عیسیٰ مسیح۔ اس عبارت میں یہ الفاظ کہ "ایسا ہی حضرت عیسیٰ کے ساتھ معاملہ ہوا" سیدنا مسیح کی صلیبی موت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کیونکہ "ایسا ہی معاملہ ہوا"۔ مماثلت رکھتا ہے اس معاملہ کے ساتھ جیسا کہ معاملہ حضرت محمد صاحب کے ساتھ اور جیسا معاملہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہوا۔ اب چونکہ اُن کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہ بے وقت موت کا واقعہ ہے۔۔۔۔۔۔

لہذا سیدنا مسیح کے ساتھ پیش آمدہ معاملہ بھی بے وقت موت کا واقعہ قرار پاتا ہے۔ پس اس مقام پر بھی مرزا صاحب سیدنا مسیح کی صلیبی موت کو تسلیم کر گئے ہیں۔

لفظ غشی کا اصل مفہوم

ایک اور لفظ ہے جس نے قادیانیوں کو مغالطہ میں ڈال رکھا ہے اور وہ ہے لفظ غشی جو کہ مرزا صاحب سیدنا مسیح کی صلیبی موت کے متعلق استعمال میں لائے۔ یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ لفظ غشی عربی لفظ غاشیتہ سے نسبت رکھتا ہے۔ اور لفظ غاشیتہ کے معنی قیامت ہیں۔ ملاحظہ ہو "کامران عربی اُردو لغت صفحہ ۷۰۔ ناشران اورینٹل بک سوسائٹی گنپت روڈ لاہور"۔

پس جبکہ لفظ غاشیتہ کے معنی قیامت ہیں تو غشی جو کہ لفظ غاشیتہ کا ہی مخفف ہے "کہ معنی بھی قیامت ہی ہوئے۔ لفظ غشی اگرچہ اُردو زبان میں بھی مستعمل ہے اور فارسی زبان میں بھی لیکن اس کا مادہ عربی ہے۔ یہ امر تو سب پر روشن ہے کہ غشی میں دو حالتیں پائی جاتی ہیں۔ اول موت کی سی کیفیت یعنی کامل سکتہ جو کہ موت سے مشاہت رکھتا ہے۔ دوم دوبارہ ہوش میں آکر اٹھ کھڑا ہونا جو قیامت سے مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ ان ہر دو حالتوں کا مجموعہ غشی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو ہم باآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ لفظ غشی کا ماخذ لفظ غاشیتہ ہے جس کے معنی قیامت ہیں۔ اب یہ سوال حل طلب باقی رہ جاتا ہے کہ لفظ غاشیتہ کو

سیدنا مسیح کی صلیبی موت سے کیا نسبت ہے۔ سو واضح ہو کہ لفظ غاشیتہ سیدنا مسیح صلیبی موت کے عین حسب حال ہے بلکہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ کیونکہ لفظ غاشیتہ کے معنی قیامت ہیں۔اور سیدنا مسیح کی صلیبی موت بھی قیام کی مثال ہے۔اسی صورت میں دو پہلو پائے جاتے ہیں۔اول مرنا دوم جی اٹھنا۔اور فی الحقیقت مسیح کی صلیبی قیامت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ جس طرح آنخداوند صلیب پر مر کے تیسرے دن زندہ ہو گئے.بعینہ قیامت کے روز مردے زندہ کئے جائیں گے۔ چونکہ سیدنا مسیح کی صلیبی موت قیامت کا نمونہ ہے۔ لہذا اسی لئے قرآن شریف نے بھی سیدنا مسیح کو قیامت کی نشانی قرار دیا چنانچہ مرقوم ہے۔ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور وہ عیسیٰ تو قیامت کی نشانی ہے۔ سورہ زخرف آیت ٦١۔ واضح ہو کہ سیدنا مسیح کا مردوں میں سے جی اٹھنا کوئی اتفاقیہ امر نہیں تھا بلکہ پیشنگوئیوں کے تحت تھا۔ چنانچہ زبور میں اس کے متعلق یوں مذکور ہے۔

"تو نہ میری جان کو پاتال میں رہنے دے گا نہ اپنے مقدس کو سڑنے دے گا تو مجھے زندگی کی راہ دکھائیگا" (زبور ١٦)۔ مزید براں آنخداوند نے خود بھی اپنی موت سے پیشتر یہ دعویٰ کیا ابن آدم آدمیوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اُسے قتل کریں گے اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائیگا" (متی باب ١٧)۔ آیت ٢٢، ٢٣۔ مزید براں آنخداوند نے اپنی صلیبی موت سے پیشتر اس بات کا بھی دعویٰ کیا کہ " قیامت اور زندگی میں ہوں" (یوحنا ١١: ٢٥)۔ پس از روئے انجیل مقدس واز روئے قرآن شریف سیدنا مسیح قیامت کی مثال ہے۔ یہی سبب ہے کہ سیدنا مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کی ظفر مند تقریب کا نام عید قیامت رکھا گیا ہے۔ پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم نے جو لفظ غشی مسیح کی صلیبی موت کے لئے استعمال کیا ہے اس وہ لفظ غاشیہ ہے۔ جس کے معنی قیامت ہیں۔ لہذا مرزا صاحب کے مستعملہ لفظ غاشیہ مسیح کی مثیل قیامت صلیبی موت ہے۔ اور اس کا ثبوت کہ فی الحقیقت مرزا صاحب نے غشی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ذیل کے اقتباس سے ملتا ہے "مگر بعد اس ے مسیح صلیب پر چڑھ گیا اور شدت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ " گویا وہ موت ہی تھی " (کشتی نوح) مرزا صاحب کے یہ الفاظ کہ " گویا وہ موت ہی تھی " مرزا صاحب کی زبانی مسیح کی صلیبی موت کا اعلانیہ اقرار ہے۔ کیونکہ اس مقام پر مرزا صاحب نے غشی کی از خود تشریح کر دی ہے۔ یعنی یہ ثابت کر دیا ہے کہ غشی کا لفظ موت کے معنی ادا کرتا ہے۔ پس مبرہن ہے کہ مرزا صاحب مسیح کی صلیبی موت کے قائل تھے۔